پروفیسر عبد الحیٔ صدیقی ☆

معاصرانہ عربی شاعری

تسیرت کا ایک اہم بنیادی ماخذ (حضرت کعب اور حضرت حسان کے حوالے سے)

عرب میں ایسی قومیں بھی گزریں ہیں جو صاحب تمدن و حضارت تھیں۔ انکی عظیم سلطنتیں قدامت تاریخ کی شہادت دیتی ہیں لیکن بادیہ نشین عرب امّی تھے خانہ بدوش زندگی بسر کرتے تھے۔ تمدن و حضارت کا کوئی تصور ان کے ہاں نہ پایا جاتا تھا البتہ چند ایک ایسے تجربوں کے بغیر ان کے لئے کوئی چارہ نہ تھا جو لق و دق بیابانوں، وسیع صحراؤں اور ریگستانوں میں، جو راستوں کا نشان نہ رکھتے تھے، ان کے مفید مطلب امور کی طرف انکی راہنمائی کریں تاکہ ان کے مویشی صحت مند رہیں اور ان کے باہمی تعلقات میں استواری پیدا ہوسکے اس لئے یہ علم طب، انساب،[1] نجوم،[2] وصف[3] ارض، فراست،[4] قیافہ اور کہانت وغیرہ میں ماہر تھے۔

امی ہونے کے باعث اپنی حکمت آمیز باتوں کو مدون کرنے اور اپنے کارناموں کو محفوظ کرنے کے لئے انہوں نے پوست آہو پر لکھنے یا پتھروں پر کندہ کرنے کی طرف کبھی رجوع نہیں کیا بلکہ اس کے لئے ان کے نزدیک شعر سے زیادہ ممتاز کوئی چیز نہ تھی چنانچہ جمحی لکھتے ہیں "ان لوگوں نے شعر کو اپنے علم کا دفتر اور اپنی دانائی کی انتہا اور غایت قرار دے رکھا تھا"[5]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کی ۱۱۴ سورتوں میں آپکی سیرت طیبہ کو محفوظ کرنے کا انتظام کردیا جس کا اعتراف مستشرقین نے بھی کیا ہے ولیم میور لکھتا ہے "قرآن مجید کی اس خصوصیت میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی ابتدائی تاریخ معلوم کرنے کے لئے اس میں

☆ سابق صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

انساب: اس سے قبائل کے باہمی تعلق اور قرابت کا حال معلوم ہوتا اور وہ اس کے ذریعے اپنی نسبوں کی حفاظت کے لئے انتہائی اقدام کرتے (۲) نجوم: ستارہ شناسی۔ اس علم میں انکی مہارت خاص طور پر بہت زیادہ تھی۔ اس کے ذریعہ وہ گرمی، بارش، آندھی اور موسم کے بارے میں دیگر علوم معلوم کرتے

(۳) وصف ارض: اس کی مدد سے وہ زمین کے ہر قطعے اور اس کے قرب و جوار کے حالات معلوم کرتے جس سے انکو سفر و قیام میں مدد ملتی

(۴) فراست: اس کی مدد سے وہ انسان کی حیثیت، شکل و صورت رنگ ڈھنگ اور چال سے کسی شخص کے اخلاق و عادات پر استدلال کرتے

(۵) الجمحی: ابن سلام: طبقات الشعراء، شیخ احمد محمد شاکر، قاہرہ: ۱۹۵۲

بنیادی باتیں موجود ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام تحقیق طلب امور اس کے ذریعے صحت کے ساتھ جانچے جاسکتے ہیں "[۱] مولانا ابو الکلام آزاد اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اپنے انداز میں لکھتے ہیں "اگر دنیا چاہے تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پوری سوانح اور تاریخ حیات صرف ایک کتاب اللہ کی لوح محفوظ اور کتاب قیم میں سے بلا ایک نقطہ کی فروگذاشت کے مرتب کرلے۔ قرآن مجید ہمیشہ دنیا کو بتلادے گا کہ اس کا لانے والا کون تھا، کیسے زمانے میں آیا، کس ملک میں پیدا ہوا اس کے خویش و یگانہ کیسے تھے، قوم مرز بوم کا کیا حال تھا اس نے کیسی زندگی بسر کی، اس نے دنیا کے ساتھ کیا کیا اور دنیا نے اس کے ساتھ کیا کیا، اس کی باہر کی زندگی کیسی تھی اور گھر کی معاشرت کا کیا حال تھا، اس کے دن کیسے بسر ہوتے تھے اور راتیں کن کاموں میں کٹتی تھیں۔ اس نے کتنی عمر پائی، کون کونسے اہم واقعات و حوادث پیش آئے اور پھر جب دنیا سے جانے کا وقت آیا تو دنیا اور دنیا والوں کو کس عالم میں چھوڑ گیا۔ اس نے جب دنیا پر پہلی نظر ڈالی تو اس کا کیا حال تھا اور جناب واپسیں نظر وداع ڈالی تو وہ کہاں سے کہاں تک پہنچ چکی تھی "[۲]

قرآن مجید کے بعد سیرت کا دوسرا بنیادی ماخذ احادیث ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سنتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور اپنے ذہنوں میں انہیں محفوظ کرلیتے بعض اپنے طور پر انہیں لکھ بھی لیتے۔ ان میں سے ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی کہ وہ اپنی زندگی کو زیادہ سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھال لے۔ یہ کام وہ کسی خارجی دباؤ کے باعث نہیں بلکہ صرف عقیدت و محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر کرتے تھے پھر جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا۔

"نضر الله امرأ سمع مقالتى فوعاها ، حتى يوديها الى من لم يسمعها"

(خدا اس شخص کے چہرے کو رونق و تابندگی عطا کرے جس نے میری بات سنی اور یاد رکھی یہاں تک کہ وہ بات اس شخص تک پہنچادی جس نے اس کو نہیں سنا تھا"

تو انہوں نے حفاظت و روایت حدیث کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں اور احادیث کا یہ ذخیرہ محفوظ ہوگیا جن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہے۔ ان میں ایسی روایات بھی موجود ہیں جنکا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ

۱- ولیم میور: لائف آف محمد ص ۳۹

۲- مولانا آزاد: ابوالکلام: محی الدین احمد تذکرہ

سے ہے۔

لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ فن حدیث اور فن سیرت ایک ہی چیز ہیں اور اگر وہ واقعات الگ کر لیے جائیں جن کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ہے تو وہ سیرت بن جائیگی چنانچہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں فن سیرت اور "فن حدیث میں موضوع کی مماثلت کے باوجود اختلافات موجود ہیں"[۱] الحدیث کا مقصد بالذات احکام کو جاننا ہے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے ضمناً بحث کی جاتی ہے جبکہ سیرت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ مقصود بالذات ہوتی ہے اور احکام سے بحث ضمناً ہوتی ہے۔

سیرت کا تیسرا اہم ماخذ اس دور کی شاعری ہے۔ آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو قریش نے آپکی کھلم کھلا مخالفت میں زبانوں اور نیزوں دونوں کو استعمال کیا عبد اللہ بن الزبعری، عمرو بن العاص اور ابو سفیان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو دل خراش ہجو کے ذریعے سخت تکلیف پہنچائی جس سے مسلمانوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مخالف شاعروں کے جواب میں شاعری کی اجازت دے دیں کچھ ہی مدت گزری تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا

"ماذا يمنع الذين نصروا الله ورسوله باسلحتهم ان ينصروه بالسنتهم"[۲]

(جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی ہتھیاروں سے مدد کی انہیں کونسی چیز اس بات سے روک رہی ہے کہ وہ زبانوں سے بھی انکی مدد کریں)"

اس پر صحابہ کی ایک جماعت قریش کے مقابلے کے لئے کھڑی ہو گئی جن میں حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ شاعرانہ جنگ بالکل اسی انداز پر لڑی گئی جو زمانہ جاہلیت میں ان کے ہاں رائج تھا یعنی اپنے حسب و نسب پر فخر اور دوسرے کے عیوب و نقائص کو ظاہر کرتے۔ طعن و تشنیع سے کام لیتے اور جس کی ہجو کرتے اس کی حقیقت حال کو مشکوک ظاہر کرتے۔ اسی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسانؓ سے فرمایا تھا کہ تم ان کی ہجو کیونکر کروگے حالانکہ میں بھی انہی میں سے ایک ہوں۔ تو حضرت حسانؓ نے عرض کیا کہ "میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے"[۳]

۱- شبلی نعمانی: سیرت النبی، ج:۱مقدمہ، :۵مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ

۲- الزیات: احمد حسن: تاریخ الادب العربی ص ۷۹ مطبعہ الرسالہ۔ مصر

۳- ایضاً

اس کے علاوہ شعراء نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بھی شعر کہے اور سیرت کے مختلف واقعات و غزوات کو شاعرانہ انداز میں تفصیل سے بیان کیا۔ اس معاصرانہ شاعری کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے کہنے پر جب علماء نے مغازی کی طرف توجہ دی تو بعض واقعات کی تفصیل کا تعیّن اشعار کی مدد سے بیان کیا۔ ابن اسحاق جو رئیس اھل مغازی ہیں[۱] وہ بھی اپنی کتاب میں جابجا ان اشعار سے استشہاد کرتے اور شاعر کا حوالہ بھی دیتے ہیں البتہ بعض جگہ وہ "قال الشاعر" کہہ کر شعر نقل کردیتے ہیں جس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس شاعر کا شعر ہے۔ ابن سلام الجمحی المتوفی ۲۳۱ھ ابن اسحاق کے بارے میں لکھتے ہیں: فکتب فی السیرہ اشعار الرجال الذین لم یقولون شعراً قط"[۲] ۔ سہیلی نے الروض الانف میں ان میں سے متعدد اشعار کی شرح کی ہے جن سے سیرۃ کے بارے میں مفید معلومات ملتی ہیں۔

کعب بن زھیر اور اس کا لامیۃ

کعب بن زھیر بن ابی سلمیٰ مخضرمی شعراء میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ یہ زھیر صاحب معلقہ کی دوسری بیوی کبشہ بنت عمار بن عدی کے بطن سے تھا زھیر کے دوسرے دو بیٹے بجیر اور سالم بھی اسی بیوی سے تھے ام اوفی سے زھیر کی کوئی اولاد زندہ نہ رہی[۳]

کعب نے بچپن ہی سے شعر کہنے شروع کردیے اس کا والد اسے بہت منع کیا کرتا تھا کہ مبادا کوئی بے معنیٰ شعر کہہ بیٹھے اور وہ پھیل جائے تو تمام عمر کے لئے ذلیل ہوجائے گا۔ اسے باز رکھنے کے لئے زھیر نے اس پر تشدد بھی کیا لیکن یہ باز نہ آیا تو ایک دن زھیر نے اس کا سخت امتحان لیا جس سے اس کو اپنے بیٹے کی صلاحیت اور سلامتی طبع کا اطمینان ہوگیا تو پھر اسے شعر کہنے کی اجازت دے دی۔ یہ شعر کہتا رہا یہاں تک کہ اپنے زمانے کے بہترین شعراء میں اس کا شمار ہونے لگا۔

۱- محققین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مغازی یا سیرت میں سب سے پہلے تصنیف کس شخص کی ہے حاجی خلیفہ لکھتے ہیں اول من صنف فیہ الامام محمد بن اسحاق بن یسار۔ لیکن عصر حاضر کے ایک محقق ڈاکٹر مصطفیٰ صبری کی تحقیق یہ ہے کہ سیرت کے موضوع پر سب سے پہلے ابان بن عثمان نے قلم اٹھایا پھر عروہ بن زبیر اور شرحبیل بن سعد نے اور پھر امام زھری نے اس کی طرف توجہ دی ۔ دیکھئے: العلم والعقل والعالم من رب العلمیس: ج۱: ۴۷

سہیلی نے الروض الانف کے مقدمہ میں امام زھری کو پہلا سیرت نگار قرار دیا ہے

۲- حسان بن ثابت: دیوان، حققہ، وعلق علیہ الدکتور ولید عرفات: مقدمہ ص ۱۶ دار صادر، بیروت

۳- فواد افرام البستانی: الروائع ۳۲ ص ۶۹ بیروت ۱۹۵۲

اسلام کا زمانہ آیا تو اس کا بھائی بجیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرب باسلام ہو گیا کعب کو معلوم ہوا تو اسے بہت غصہ آیا اور اپنے بھائی کو اسلام سے روکنا چاہا لیکن بجیر نے اس کی بات نہ مانی تو کعب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ار صحابہؓ کی ہجو کی۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ڈرایا اور اس کا قتل جائز قرار دے دیا۔ بجیر نے اپنے بھائی کو اپنے انجام سے ڈرایا اور اس کو مشورہ دیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تائب ہو کر حاضر ہو جائے۔ کعب ادھر ادھر قبائل میں پناہ لینے کے لئے پھرتا رہا لیکن کسی قبیلے نے اسے پناہ نہ دی اور لوگوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ یہ یقیناً قتل کر دیا جائیگا[۱]۔ جب کعب پر زمین تنگ ہو گئی تو وہ مدینہ میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی چاہی حضرت ابو بکر اسے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کعب آپ پر ایمان لایا اور آپ سے امان کی درخواست کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمائی کعب نے اس موقعہ پر آپ صلی اللہ کی خدمت میں اپنا مشہور لامیہ پیش کیا[۲] جو آپکی مدح اور اعتراف پر مشتمل ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی چادر مبارک عطا فرمائی یہ کعب کے بہترین اشعار ہیں، خلف الاحمر جو شعر و سخن کا ماہر اور ممتاز عالم ہے کہتا ہے کہ اگر زھیر کے قصائد نہ ہوتے تو میں کبھی بھی اس کو اس کے بیٹے پر فضیلت نہ دیتا۔

کعب کی تاریخ وفات کے بارے میں علمائے ادب مختلف رائے رکھتے ہیں بعض نے اس کا تعین سنہ ۲۴ھ مطابق ۶۴۴ء میں کیا ہے لیکن بعض کا خیال ہے کہ یہ سنہ ۴۲ھ بمطابق سنہ ۶۶۲ء میں فوت ہوا اس تاریخ کو مؤرخین نے اس لئے ترجیح دی ہے کہ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عہد خلافت میں

۱- فواد افرام البستانی: الروائع ۳۲ ص ۰۷، بیروت ۱۹۵۲

۲- الاسکندری، الشیخ احمد وعنانی، الشیخ مصطفیٰ: الوسیط ص ۱۵۲، مطبوعہ دار المعارف، مصر

سہیلی لکھتے ہیں کہ کعب مدینہ میں آیا اور قبیلہ جھینہ کے ایک شخص کے پاس قیام کیا جس سے اس کی پرانی جان پہچان تھی صبح یہ شخص کعب کو ہمراہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپکی امامت میں صبح کی نماز ادا کی۔ اس شخص نے اشارے سے کعب کو بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کعب آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنا ہاتھ حضور کے دست مبارک میں دے دیا۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کعب ہے جو تائب ہو کر حاضر ہوا ہے۔ آپ نے اس کی توبہ قبول فرمائی اور اسے معاف کر دیا اس نے اس موقعہ پر اپنا مشہور لامیہ پیش کیا۔

یہ سنہ ۷ھ سے پہلے کا وقعہ ہے کیونکہ کعب غزوہ خیبر میں شریک ہوا تھا جو محرم ۷ ہجری میں پیش آیا (سہیلی، ص ۳۱۲)

کعبؓ سے اس چادر کو خریدنے کی خواہش کی تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپؓ کے عہد خلافت میں زندہ تھا۔[1] لیکن ابن حجر عسقلانی "الاصابہ" میں لکھتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے یہ چادر اس کی اولاد سے خریدنا چاہی تھی۔[2] اس کی تاریخ پیدائش کے بارے میں بھی کوئی قطعی بات معلوم نہیں۔

قصیدہ بانت سعاد

کعب بن زھیر نے اپنا لامیہ ۷ ھ (بعض نے اس کا تعین ۹ ھ میں کیا ہے) میں مسجد نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی چادر عنایت فرمائی[3] فواد افرا البستانی لکھتے ہیں کہ یہ چادر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب کو عنایت فرمائی صوف کی بنی ہوئی تھی جو عرب میں اسلام سے پہلے استعمال ہوتی تھی۔ دن کو لوگ اسے چادر کی طرح اوڑھ لیتے اور رات کو اپنے اوپر تان کر سوجاتے یہ دھاری دار ہوتی تھی اور اس کا رنگ خاکستری مائل ہوتا تھا[4]۔

کعب نے اپنے اس قصیدے میں وہی انداز اختیار کیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں شعراء کا تھا۔ مضمون کے اعتبار سے اس قصیدے کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ تشبیب:۔ جس میں اس نے سعاد کے محاسن اور اس کے سفر و اقامت کا ذکر کیا ہے اور اس کے لئے اپنے شوق کا اظہار کیا ہے۔ اشعار ۱ تا ۱۲

۱۔ فواد افرام البستانی: الروائع ۳۳، ص ۶۷، بیروت

۲۔ ابن حجر العسقلانی: الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ۵: ۳۰۲ طبعہ الخانجی، مصر

۳۔ عطائے بردہ کے بارے میں جو روایات ملتی ہیں بعض محققین نے ان کو ساقط قرار دیا ہے تفصیل کے لیے مندرجہ ذل کتب ملاحظہ فرمائیں

ابن حجر العسقلانی: المواھب للدنیا جزا: ص ۶۲۱ تا ۶۲۴ عنوان "اسلام کعب" (عسقلانی نے یہاں تمام روایات تو نقل کردی ہیں لیکن نہ تو ان کی سند نقل کی ہے اور نہ ہی ان پر تنقید کی ہے)

الدکتور مھدی رزق اللہ احمد: السیرۃ النبویہ فی ضوء المصادر الاصلیہ: ص ۶۰۳ تا ۶۰۵: مطبعہ مرکز الملک الفیصل الدراسات الاسلامیہ (مولف نے یہاں عطائے بردہ کے بارے میں سب روایات کو نقل بھی کیا اور ان پر تنقید بھی کی ہے)

محمد بن محمد السیرۃ النبویہ: ص ۴۸۶ تا ۴۸۷ مطبوعہ دمشق (مولف نے یہاں عطائے بردہ کا ذکر مع حوالہ و تنقید ابن کثیر کیا ہے)

ابن کثیر نے عطائے بردہ کا واقعہ حافظ ابن عبد البر کی کتاب الاستیعاب کے حوالہ سے کیا ہے دیکھیے ابن کثیر: السیرہ النبویہ لابن کثیر صفحہ ۷۰۶

۴۔ فواد افرام البستانی الروائع ۳۲ ص ۷۸

۲- اس میں اس نے اونٹنی کی تعریف کی ہے اشعار ۱۳ تا ۳۳

۳- اس حصے میں اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے اشعار ۳۴ تا ۳۷

۴- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عذر پیش کیا ہے اور آپ کی مدح کی ہے اشعار ۳۸ تا ۵۱

۵- مہاجرین قریش کی مدح کی ہے اشعار ۵۳ تا ۵۸

فواد افرام البستانی لکھتے ہیں کہ عربی زبان میں کسی قصیدے کو یہ پذیرائی اور شہرت حاصل نہیں ہوئی جو کعب کے اس قصیدے کو ملی یہ قصیدہ نحویوں، لغویوں اور مستشرقین میں یکساں مقبول ہے[۱] سیرت نگاروں نے اسے اپنی تصانیف کی زینت بنایا۔ کیونکہ مدح کرنے والا اپنے زمانے کا صاحب تاثیر شاعر ہے اور ممدوح افضل البشر سید المرسلین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے آہستہ آہستہ اس قصیدہ نے کرامات و فضائل کی شکل اختیار کرلی چنانچہ ابو جعفر البیری الاندلسی اپنے بعض اساتذہ سے اپنے زمانے کے ایک عالم کے بارے میں سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ محاضرات کا آغاز قصیدہ بانت سعاد پڑھ کر کرتے جب ان سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں کعب کے قصیدے کو پسند کرتا ہوں اور اس کو پسند کرتا ہوں جو اسے دوست رکھتا ہے اسی دن سے میں نے عہد کیا کہ ہر روز یہ قصیدہ ضرور پڑھوں گا۔ اس قصیدے کے شارحین کی تعداد بے شمار ہے عربی میں اس کی قدیم ترین شرح ثعلب کی ہے۔ مغرب میں پہلی بار Litte نے لائیڈن سے سنہ ۱۷۴۰ء میں لاطینی ترجمے کے ساتھ اس کو شائع کیا اور اب تک کئی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوچکے ہیں تفصیل کے لئے دیکھیے الروائع شمارہ ۳۲ مطبوعہ: المکتبۃ الشرقیہ۔ بیروت

اعتزار کے ان اشعار[۲] سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و درگزر کے بارے میں یہ شہادت ملتی ہے کہ وہ سب کے لئے عام تھا دوست دشمن سب کو آپ معاف فرمادیتے اور اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہ لیتے۔

وقال کل خلیل کنت آمله - لا ألهینک انی عنک مشغول

فقلت: خلو سبیلی لا أبالکم - فکل ماقدر الرحمن مفعول

کل ابن انثیوان طالت سلامته - یوماً علی آلة حَدباءَ محمول!

نبئت ان رسول الله أو عدنی - والعفو عند رسول الله مأمول

۱- فواد افرام البستانی: الروائع ۳۲ ص ۹۰

۲- السهیلی، عبدالرحمن: الروض الانف، مصر ج ۲: ۳۱۲۔ مطبعة الجمالیه

مهلا! هداک الذی أعطاک نافلة - آن فیه مواعیط و تفصیل

لا تاخذنی باقوال الوشاه ولم - أنب وان کثرت فی الأقاویل [۱]

ترجمہ:-

(۱) ہر دوست جس سے میں امید وابستہ کیے بیٹھا تھا۔ کہنے لگا میں تمہیں ہر گز تمہارے کام سے غافل نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں تم سے غافل ہوں (یعنی میں تمہارے کام نہیں آسکتا۔ تم اپنی مدد آپ کرو)

(۲) میں نے ان سے کہا: مجھے میرے حال پر چھوڑ دو خدا تمہارا بھلا کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز مقدر کر دی ہے وہ ہو کر رہے گی

(۳) ہر شخص جسے ماں نے جنا ہے۔ خواہ کتنی مدت تک زندہ رہے۔ آخر کار اس کا جنازہ ضرور اٹھایا جائے گا۔

(۴) مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے موت کی دھمکی دی ہے۔ مگر مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں معافی کی توقع ہے۔

(۵) ٹھہریے تو (نرمی اختیار کیجیے) وہ ذات جس نے آپ کو قرآن مجید بطور عطیہ دیا۔ آپ کو ہدایت پر رکھے وہ قرآن جس میں نصیحتیں اور تفصیلات ہیں

(۶) مجھے چغلخوروں کی باتوں پر گرفت نہ کیجیے۔ میں نے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ میری بابت تو محض باتیں ہی بہت پھیل گئی ہیں۔

حضرت حسّان بن ثابت الانصاری

حضرت حسان بن ثابت کا نسبی تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے ہے [۱] یثرب (مدینہ) میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو نما پائی [۲] اس لئے حضری شاعر تھے۔ ویسے کبھی کبھی بادیہ نشینوں میں بھی چکر لگاتے رہے۔ ابو الولید اور ابو عبد الرحمن کی کنیت سے مشہور تھے۔ اسلام سے مدافعت کی وجہ سے ابو الحسان بھی کہلاتے تھے۔ ان کے والد ثابت شرفائے مدینہ سے تھے۔

کتب ادب میں عام طور پر شائع ہے کہ حضرت حسان نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی ۶۰ برس کی عمر زمانہ جاہلیت میں گزری اور ۶۰ برس اسلام میں [۱]۔ ان کی طویل العمری کے پیش نظر یہ بات معقول ہی ہے لیکن ان کے سن وفات

۱- البغدادی - خزانۃ الادب ۱: ۲۸۷

۲- فواد افرام البستانی: الروائع ۳۳ صفحہ ۱

کے متعلق مؤرخین میں جو اختلاف ہے اس سے یہ مدت صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ بعض ان کی وفات کو حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت سے ذرا پہلے یا اس کے اوائل میں بتلاتے ہیں اور بعض سن وفات ۴۰ یا ۵۰ یا ۵۴ ہجری قرار دیتے ہیں۔ اور غالب روایت یہی ہے کہ سنہ ۵۴ھ (۶۸۴ء) میں وفات پائی [۲]۔ کیونکہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں یہ زندہ تھے اور ان کی حمایت کرتے تھے اس لئے بحالت اسلام ان کی ساٹھ برس کی زندگی محل نظر ہے سن پیدائش کی تعیین بھی مشکل ہے۔ متشرق نولدیکی کا میلان سنہ ۵۹۰ء یا اس سے چند سال پہلے کی طرف ہے۔[۳]

انصار کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج میں قدیم سے باہمی عداوت چلی آرہی تھی جو کبھی باہمی تفاخر اور گالی گلوچ سے تجاوز کرکے چپقلش کی صورت اختیار کرلیتی اور ان کے شعراء معمولی سے چپقلش کو بھی ہولناک تصادم میں تبدیل کردیتے اور سیف و سنان کی جنگ کا خونین منظر آجاتا اس معاملہ میں حضرت حسان خزرجی شعراء مین پیش پیش تھے اور قیس بن حطیم اوسی شعراء میں پیش روتھا۔ دونوں شاعر ایک دوسرے کی ہجو کرتے اور ایک دوسرے کی قوم کے مثالب و عیوب ظاہر کرتے رہتے تھے۔

ملوک آل غسان زمانہ جاہلیت میں شام کے حکمران تھے۔ ان امراء سے حضرت حسان کا گہرا تعلق رہا ہے۔ وہ جلق بصریٰ، جاسم اور جابیہ الجولان وغیرہ مقامات میں ان کے پاس آتے جاتے۔ ان کے فخریہ کارناموں، دادودہش اور غزوات کے ذکر سے ان کی مدح سرائی کرتے۔ اپنے قبیلے اور ان امراء سے اس کی قرابت پر فخر کرتے۔ غسانی امراء بھی ان کی عزت افزائی میں دریغ نہ کرتے اور صلات و انعامات سے نوازتے، ان کے ہاں ان کا سالانہ وظیفہ بھی مقرر تھا۔ غسانی امراء میں سے جنکی حسان نے مدح سرائی کی عمرو بن الحرث اس کا بھائی نعمان اور جبلہ بن الایہم بہت مشہور ہیں۔

حضرت حسان اگرچہ کسی غزوے میں شریک نہیں ہوئے مگر ان کی سب سے بڑی اسلامی خدمت یہی ہے کہ وہ قریش اور دیگر مشرکین کے شعراء کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی ہجو کرتے ترکی بترکی جواب دیتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود انہیں اس بات کی اجازت دیتے اور یہ مسجد میں برسرِ منبر شعر خوانی کرتے اور

۳- دیوان حسان: تحقیق الدکتور ولید عرفات، مقدمہ: ۱۱

۲- دیوان حسان: تحقیق الدکتور ولید عرفات مقدمہ: ۲

۳- فواد افرام البستانی: الروائع ۳۳، صفحہ ج

شعراء کو جواب دیتے۔

حضرت حسان کے اشعار کی ادبی قیمت بھی ہے اور تاریخی قیمت بھی۔ ادبی لحاظ سے تو حضرت حسان صدر اسلام کے شعراء کعب بن زھیر، نابغہ الجعدی، قیس بن الخطیم اور خنسا کے طبقہ سے شمار ہوتے ہیں۔ اور ان کے متعلق ناقدین اشعار کے یہ مقولہ بہت مشہور ہے۔ ان حسان اشعر اهل المدر[1] (یعنی حسان بستیوں اور قریوں میں بسنے والے شعراء میں سب سے بڑے شاعر ہیں

تاریخی لحاظ سے حضرت حسان کے اشعار کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس لحاظ سے انہیں تاریخی اشعار کا بانی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان کے اشعار میں کئی معرکوں کا ذکر ہے جو مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان ہوتے رہے۔ ان میں صحابہؓ کے نام بھی ہیں اور اعداء کے نام بھی ہیں۔ ان کے بھی جو قتل ہوئے اور فتحیاب ہوئے اور اس کا بھی ذکر ہے جس نے شجاعت کے جوہر دکھائے اور اس کا بھی جس نے فرار کی پناہ لی۔ اس لحاظ سے حضرت حسان اسلامی سلطنت کے قومی شاعر ہیں۔ جنھوں نے اپنے شعر میں دین اور سیاست کو جمع کردیا ہے۔ الغرض جس طرح صدر اسلام کی تاریخ کے لئے ان کے اشعار بھی قابل مراجعت ہیں۔ اسی طرح غسانی خاندان کی حکومت کی تاریخ کے ذرائع میں ان کے اشعار ایک ذریعہ ہیں۔

دیوان حسان میں (۲۲۹) قصائد و قطعات ہیں جن میں ہجویہ اشعار بھی ہیں اور مدحیہ بھی۔ بعض مجالس لہو و لعب اور خمیریات کا ذکر بھی ہے۔ لیکن ناقدین اشعار کے نزدیک ان میں کئی اشعار اور قطعات ایسے بھی ہیں جو الحاقیہ ہیں اور ان کی طرف منسوب کردیے گئے ہیں۔ چنانچہ سیرت ابن ہشام میں ان کے کئی اشعار کے متعلق مذکور ہے کہ ناقدین فن کے نزدیک ان اشعار کی نسبت حسان کی طرف صحیح نہیں۔ محمد بن سلام جمحی طبقات الشعراء میں لکھتے ہیں۔

لما تعاضهت قريش واستبت وضعوا عليه اشعار كثيرة لاتنقى

دیوان حسان مختلف روایات سے مرتب کیا گیا ہے دیکھیے دیوان حسان گب مموریل ایڈیشن و دیوان حسان تحقیق الدکتور ولید عرفات مطبوعہ دار صادر بیروت

غزوہ بدر کے متعلق ذیل کے اشعار سے کئی حقائق معلوم ہوتے ہیں۔ بنی اوس اور بنی نجار بڑی بہادری سے لڑے۔ مسلمان عقابی شان سے ایسے جھپٹے کہ دیکھتے دیکھتے ابوجہل، عتبہ اور شیبہ خاک و خون میں تڑپنے لگے۔ اس واقعہ کا ذکر ہی ان اشعار میں موجود ہے کہ غزوہ بدر میں مارے جانے والے کافروں کو اکٹھے ایک اندھے کنویں میں پھینک دیا گیا

۱- اصفہانی: الاغانی، ۴: ۱۱، ۱۳

تیسرے روز جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے کوچ کیا تو آپ نے اس کنویں کی منڈیر سے جھانکا اور فرمایا کیا تم نے اس چیز (عذاب) کو پالیا ہے جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔

وخبر بالذی لا عیب فیه - بصدق غیر اخبار الکذوب
بما صنع الملیک غداه بدر - لنا فی المشرکین من النصیب
غداه کان جمعهم حراء - بدت ارکانه جنح الغروب
فلا قیناهم منا بجمع - کاسد الغاب من مرد وشیب
امام محمد قد ازروه - علی الاعداء فی رهج الحروب
بایدیهم صوارمُ مرهفات - وکل مجرب خاطی الکعوب
بنو الأوس العطارف آزرتها - بنو النجار فی الدین الصلیب
فغادرنا اباجهل صریعا - وعتبة قد ترکنا بالجبوب
وشیبه قد ترکنا فی رجال - ذوی حسب اذاانتسبوا حسیب
ینادیهم رسول الله لما - قذفناهم کباکب فی القلیب
الم تجدوا حدیثی کان حقا - وأمر الله یأخذ بالقلوب
فما نطقوا ولو نطقوا لقالوا - صدقت وکنت ذا رأی مصیب (۱)

ترجمہ:۔

۱۔ اور اس واقعہ کی خبر بتاؤ جس میں کسی طرح کا عیب نہیں ایسی سچائی کے ساتھ جو ایک دروغ گو شخص کی خبر دینے کی طرح نہ ہو

۲۔ اور بتاؤ کہ غزوہ بدر کی صبح کو خدا تعالیٰ نے مشرکوں سے ہمارے حصے میں کیا کچھ بنایا

۳۔ اس صبح کے وقت جبکہ ان کا مجمع (لشکر) گویا کہ کوہ حرا تھا جس کے حصے غروب آفتاب کے وقت ظاہر ہوں۔ (ایک روایت مین جنح الغروب کی بجائے جنح الغیوب ہے۔ جنح کی معنی ہیں طرف جانب، اور غیوب جمع ہے غیب کی جس کے معنی ہیں پست زمین اور ایسی جگہ جس کے ماوراء کا کچھ پتہ نہ چل سکے۔ اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا۔ "گویا ان کا مجمع کوہ حرا تھا جس کے ارکان پست زمینوں کی طرف سے ظاہر ہوئے یا ایسی جگھوں کی طرف سے ظاہر

۱۔ حسان بن ثابت: دیوان - حققه وعلق علیه الد کتور ولید عرفات: ص ۸۲ مطبوعه دار صادر - بیروت

ہوئے جن کے ماوراء کا کچھ علم نہ تھا"

۴۔ ہم نے ان کا اپنی ایسی جماعت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ جو بن کے شیروں کی طرح (بہادر) تھے ان میں سے بعض بے ریش نوجوان تھے۔ اور بعض بوڑھے۔

۵۔(ہم نے ان کی جماعت کا مقابلہ کیا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (کھڑے ہو کر) اور لڑائیوں کے اڑتے ہوئے غبار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی۔

۶۔ ہماری جماعت کے لوگوں کے ہاتھوں میں نہایت تیز تلواریں ہیں اور ہر مظبوط گانٹھوں والا نیزہ جو بارہا تجربہ میں آچکا ہو۔

۷۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار) بنی اوس کے سردار لوگ ہیں۔ جن کی مدد بنی نجار نے کی جو اپنے دین میں بڑے سخت ہیں

۸۔ ہم نے ابو جہل کو زمین پر پچھاڑا ہوا چھوڑا اور عتبہ بن ربیعہ کو روئے زمیں پر لیٹا ہوا چھوڑا۔

۹۔ اور شیبہ بن ربیعہ کو ہم نے اسے لوگوں میں (مقتول) چھوڑا کہ وہ اپنا نسب ظاہر کریں تو اعلیٰ خاندانی شرافت والے تھے۔

۱۰۔ جب ہم نے انہیں مختلف جماعتوں میں کنوئیں میں پھینک دیا تو رسول اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکارا (اور کہا)

۱۱۔ کیا تم نے میری بات کو سچا نہیں پایا۔ اور خدا کا حکم تو دلوں کو پکڑ لیتا ہے۔

۱۲۔ مگر وہ بولے نہیں۔ لیکن اگر بولتے تو ضرور کہتے کہ آپ نے سچ کہا (تھا) اور آپ درست اور صحیح رائے رکھتے ہیں۔

ذیل کے اشعار میں فتح کے بارے میں کئی تاریخی شواہد ملتے ہیں۔ مسلمان مکہ میں خونریزی نہ چاہتے تھے اس لیے حملہ سے پہلے انہوں نے کہا کہ ہمارا راستہ نہ روکو اور ہمیں عمرہ ادا کر لینے دو لیکن کفار اپنی ضد پر قائم رہے تو مسلمانوں نے کہا یاد رکھو فتح انشاء اللہ ہماری ہوگی۔ فتح مکہ کے بارے میں ایک دوسرے قصیدے میں آپ نے اس کی مزید تفصیلات بیان کی ہیں۔

فاما تعرضوا عنا اعتمرنا - وكان الفتح وانكشف الغطاء

والا فاصبروا لجلاد يوم - يعين الله فيه من يشاء

وقال الله قد سیرت جندا - هم الانصار غرضتها اللقاء

لنا فی کل یوم من معد - قتال أوسبابٌ أو هجاء

فنحکم بالقوافی من هجانا - ونضرب حین تختلط الدماء

وقال الله قد ارسلت عبدا - یقول الحق ان نفع البلاء

شهدت به و قومی صدقوه - فقلتم ما نجیب و مانشاء

و جبریل امین الله فینا - و روح القدس لیس له کفاء

ٔلا ابلغ أبا سفیان عنی - فأنت مجوف نخب هواء

هجوت محمداً فأجبت عنه - و عند الله فی ذاک الجزاء

أتهجوه ولست له بکفوٍ - فشر کما لخیر کما الفداء

هجوت مبارکاً براً حنیفاً - أمین الله شیمتهُ الوفاء

امن یهجو رسول الله منکم - و یمدحه و ینصره سواء

فان ابی و والده و عرضی - لعرض محمد منکم وقاء

فاما تثقفن بنو لؤیٍّ - جذیمه أن قتلهم شفاء

اولئک معشر نصروا علینا - ففی أظفارنا منهم دماء

وحلف الحارث ابن أبی ضرار - وحلف قریظه منا براء

لسانی صارم لاعیب فیه - و بحری لاتکدره الدلاء

ترجمہ:۔

۱۔ اگر تم منہ موڑلو ہم سے تعرض نہ کرو یعنی پرے ہٹ جاؤ اور ہم عمرہ ادا کرلیں۔ تو سمجھ لو کہ فتح مکمل ہو گئی (اور خدا تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتح مکہ کا جو وعدہ کیا تھا) اس سے پردہ کھل گیا۔

۲۔ ورنہ اس روز کی شمشیر زنی کے لئے صبر کرو جس میں خدا تعالیٰ جس کی چاہے مدد کرے گا۔ (ایک روایت یعین کی جگہ یعز ہے۔ یعنی جسے چاہے گا عزت دے گا)

۳۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا (یا فرماتا ہے) کہ میں نے ایسا لشکر تیار کیا ہے اور وہ انصار ہیں جن کی عادت ہی یہ ہے کہ دشمن سے مقابلہ کریں۔

۴- ہمارے لئے ہر روز قبیلہ معد یعنی قریش سے گالی گلوچ، لڑائی جھگڑے یا ہجو کا معاملہ ہی ہوتا رہتا ہے۔

۵- جو شخص ہماری ہجو کرتا ہے ہم اسے اپنے اشعار سے روک دیتے ہیں۔ اور ہم تلواروں سے لڑائی کرتے ہیں جب خون آپس میں گڈمڈ ہوجاتے یعنی معرکہ کارزار گرم ہو کر خون بہنے لگتے ہیں۔

۶- خدا تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنے بندے کو رسول بنا کر بھیجا ہے جو بالکل حق اور سچ کہتا ہے۔ اگر تمہیں یہ آزمائش فائدہ دے۔

۷- میں نے ان کی تصدیق کی ہے پس تم سب بھی اٹھو اور ان کی تصدیق کرو۔ لیکن تم نے کہہ دیا کہ ہم نہ تو اس کا جواب دیتے ہیں نہ قبول کرتے ہیں اور نہ ہی جواب دینا چاہتے ہیں۔ ایک روایت میں یہ شعر اس طرح ہے

شهدت به وقومي صدقوه - فقلتم لا نقوم ولا نشاء

(میں نے ان کی تصدیق کی ان کے رسول ہونے کی گواہی دی اور میری قوم (انصار) نے بھی ان کی تصدیق کی، مگر تم نے کہہ دیا کہ نہ تو ہم ان کی امداد کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور نہ ان کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں)

۸- اور جبرائیل اللہ کے امین ہم میں موجود ہیں اور روح القدس کا تو کوئی نظیر ہی نہیں

۹- ابو سفیان کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچادو کہ تم بڑے ہی بزدل اور ڈرپوک اور تھڑدلے ہو۔

(ایک روایت میں دوسرا مصرع اس طرح ہے۔ **مغلغلة فقد برح الخفاء** - میری طرف سے ابوسفیان کو ایسا پیغام پہنچادو جو ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچایا جائے۔ اب کوئی خفا باقی نہیں رہا۔

۱۰- تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی اور میں نے اس کا جواب دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے پاس اس کی بڑی جزا اور بدلہ ہے۔

۱۱- تم ان کی ہجو کرتے ہو حالانکہ تم ان کی مثل و نظیر نہیں (تمہیں ان سے کسی قسم کی مماثلت و مشابہت ہی نہیں) پس تم دونوں میں سے جو برا ہے وہ تم دونوں میں سے بہترین فدا ہوجائے (یہ شعر صرف ابن ہشام نے سیرت میں نقل کیا ہے)

۱۲- تم نے ایک مبارک۔ نہایت نیکوکار، اور باطل سے منہ موڑ کر حق کی طرف جھکنے والے کی ہجو کی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے معتمد علیہ یا اس کے امانتدار ہیں اور وفاداری ان کی طبیعت اور خصلت میں داخل ہے۔

۱۳- کیا وہ شخص جو تم میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا ہے وہ اس کے برابر ہوسکتا ہے جو ان کی مدح اور مدد کرتا ہے۔

۱۴- (یقیناً اور حقیقتاً کہتا ہوں کہ) میرا باپ، اور باپ کا باپ اور میری آبرو اور عزت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو وعزت کو تم سے بچانے کے لئے ایک ڈھال ہیں۔

۱۵- اگر بنی لوی بنی جذیمہ پر غالب آجائیں اور فتحیاب ہوں تو اچھا ہے کیونکہ جذیمہ کے قتل میں ہی شفا ہے

۱۶- بنی جذیمہ وہ گروہ ہے جنھوں نے ہمارے خلاف دشمنوں کی مدد کی۔ اس لئے ہمارے ناخنوں میں اُن کا خون ہے یعنی ہم نے انھیں درندوں کی طرح پھاڑ ڈالا ہے۔

۱۷- حارث بن ابی ضرار اور قریظہ سے جو صداقت کا عہد و پیمان تھا اب ہم اس سے آزاد ہیں۔

۱۸- میری زبان تلوار کی طرح تیز ہے اس میں کسی طرح کا عیب نہیں۔ اور میرا سمندر اتنا گہرا ہے کہ ڈول اسے مکدر اور گدلا نہیں کر سکتے۔